جاوید اقبال
لیکچرار شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور
نازیہ پروین
پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر عرفان توحید
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

فکرِ اقبال نو آبادیاتی تناظر میں: تجزیاتی مطالعہ

Javed Iqbal
Lecturer, Department of Urdu, Leads University, Lahore.
Nazia Parveen
Ph.D Urdu Scholar, Govt College University, Faisalabad.
Dr.Irfan Tauheed
Assistant Professor, Department of Urdu, Leads University, Lahore.

Iqbal's thought in the context of colonialism: An Analytical Study

In the colonial era, patriotic sentiments were evident in the poetry of Iqbal. Thus, in the colonial era, Iqbal's poetry played a key role in promoting patriotic sentiments and feelings. He created most of the political poems in the colonial context and also fully supported communism. In the context of the colonial era, Iqbal made the rise and fall of the nation the subject and adopted the method of teaching and preaching. Iqbal kept on complaining about the plight of Muslims throughout his life. Iqbal's personality was individually influenced by political slavery. He represented the nation which was bound in chains of slavery. On the colonial and political circumstances of subcontinent, Iqbal gave a strict response and made the visions of integral Muslim world his mission.

Keywords: *Colonialism, Subcontinent, British Ruler, Colonial Context, Imperialism, Freedom from slavery, British Company, Iqbal's philosophy, Slavery of the subcontinent, Colonial system.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اُردو شاعری کی روایت کے حوالے سے غور و فکر کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اُردو شاعری ۱۸۵۷ء تک اپنی پرانی روش پر رواں دواں تھی۔ اُردو شاعری میں حسن و عشق، درباری فضا، وارداتِ قلبی، ایہام گوئی اور عیش و عشرت کا بیان ملتا ہے۔ اس عہد کے شعرا کے پاس نئے مضامین اور موضوعات کا فقدان تھا لیکن جیسے جیسے مغلیہ سلطنت زوال کا شکار ہوئی تو فرنگی ہندوستان پر قابض ہونا شروع ہوگئے۔ فرنگیوں کی استعماریت اور اجارہ داری کے ردِ عمل میں برصغیر کے عوام کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت انگیز چنگاریاں سلگنے لگی۔ ان کی زندگی بے سکونی اور کشمکش کا شکار ہوگئی۔ برصغیر کے باسیوں کے دل میں بغاوت کروٹیں لینے لگی۔ ان ناگزیر حالات کے باعث شعرا کی شاعری کے موضوعات بھی بدلنے لگے اور اپنے وطن کی آزادی کے آثار نظر آنے لگے۔ اب ان کی شاعری میں دوسرے موضوعات کے ساتھ ساتھ وطن کی محبت اور آزادی کے ترانوں کی جھلک محسوس ہونے لگی۔ جب عوام میں انگریزوں کے ظلم و ستم کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رہی تب ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف کھل کر بغاوت ہوئی۔ اس بغاوت نے پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جس سے شعرا بھی بے حد متاثر ہوئے اور بیشتر شعرا نے اپنی شاعری میں اس سانحہ کو مختلف انداز سے پیش کیا اور ۱۸۵۷ء کی پوری داستان بیان کی۔ محمد ہادی حسین اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ”شاعری فلسفہ، سائنس اور علوم عقلی کے نتائج فکر کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے کیوں کہ وہ بھی تو آخر انسانی تجربے کے دوسرے پہلو ہوتے ہیں بلکہ وہ اکثر اوقات ان کے اور انسانی تجربے کے دوسرے پہلوؤں کے درمیان تضاد و تخلاف کو مٹا دیتی ہے۔ اس کی قہرمانی قوت حسیات، جذبات اور خیالات آئے دن زندگی کے معاملات فلسفے کے مجرد افکار، سائنس کے انکشافات علم ریاضی کے قواعد، طبیعات، فلکیات، حیاتیات اجتماعیت سیاسیات غرض انسانی تجربے کے کسی پہلو کو تنہا نہیں چھوڑتی بلکہ اس کو اپنی مملکت کی تعمیر و ترقی کے لیے کسی نہ کسی کام پر معمور کر دیتی ہے۔“(۱)

نو آبادیاتی عہد میں شعرا کے یہاں حب الوطنی کے جذبات میں شدت نظر آتی ہے۔ تمام شعرا کی طرح اقبال نے بھی جذبہء حب الوطنی کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا اور دوسرے موضوعات کی نسبت حب وطن پر زیادہ زور دیا اور ہندوستان کے پھولوں، پہاڑوں، دریاؤں، ہندوستانی تہذیب، یہاں کے رسم و رواج، عادات و اطوار، وطن

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کی محبت، مناظر فطرت، ماحول کی عکاسی اور سیاسی بیداری کا ذکر کرنے لگے۔ نو آبادیاتی عہد میں شعرا نے وطن کی محبت اور عظمت کے گیت بھی گائے۔

علامہ اقبال نے جس دور میں شاعری کا آغاز کیا اس دور میں ۱۸۵۷ء جیسے حالات نہیں تھے۔ لیکن اس کے باوجود اقبال کی شاعری میں ۱۸۵۷ء کے اثرات محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ علامہ اقبال نے مغربی تعلیم سے استفادہ کیا اور انھوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ قوم کی آزادی میں ہی ترقی کا راز مضمر ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری نو آبادیاتی عہد کے لیے ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔ انھوں نے بھی بیشتر شعرا کی طرح وطن سے محبت کا اظہار کیا۔ انھوں نے وطن کے رہنے والوں کو نہ صرف عظمت کا احساس دلایا بلکہ خلوص اور اتحاد کا درس بھی دیا۔ اقبال نے جس دور میں حب الوطنی سے متعلق اپنی شاعری کی وہ عام بیداری کا زمانہ تھا۔ اس وقت آزادی کی جدوجہد زوروں پر تھی اور ہر فرد میں آزادی حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔ سید یعقوب شمیم اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندوستان کے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں قومی بیداری کا احساس انگڑائیاں لینے لگا تھا۔ غلامی سے بیزاری اور آزادی کی طلب نے جو دراصل انگریزی تعلیم اور مغربی تہذیب سے آشنائی کا ردِ عمل تھی۔ انھیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا گیا تھا کہ قوموں کی ترقی دراصل حب الوطنی اور وطن پرستی کے جذبات کے فروغ ہی پر منحصر ہے۔ چناچہ اقبال نے بھی بہ حیثیت ایک باشعور نوجوان ان جدید تصورات کا اثر قبول کرتے ہوئے اور انگریزی سامراج سے بیزاری اور اس کے خلاف جدوجہد کے جذبات کی نشوونما کی۔" (۲)

نو آبادیاتی عہد میں آزادی کی جدوجہد میں مسلمانوں کا ایک تعلیم یافتہ طبقہ ایسا بھی تھا جن میں وطنیت کے جذبات اُبھرنے لگے۔ ان نوجوانوں میں اقبال بھی شامل تھے۔ علامہ اقبال کی نظموں، ترانوں، درد بھرے نالوں اور روح افزا پیغام نے قوم میں بیداری کا شعور پیدا کیا جس کی وجہ سے لوگوں کے جذبات اشتعال انگیز ہو گئے۔ یوں نو آبادیاتی عہد میں اقبال کی شاعری نے وطنی جذبات و احساسات کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں برطانوی نو آبادیاتی نظام اس قدر مضبوط ہو چکا تھا کہ برطانوی حکومت کے اقتدار کا سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ ایسی صورت حالات میں برصغیر میں فہم و ادراک اور فلسفی شاعر پیدا ہوا۔ اقبال مستقبل میں نو آبادیاتی نظام اور اس کے اثرات کا اندازہ اپنے دور اندیشی کے علم سے لگا چکے تھے۔ وہ اس بات سے بہ خوبی واقف تھے کہ نو آبادیاتی نظام اثرات کس قدر خطرناک اور مہلک ثابت ہو سکتے ہیں۔ علامہ اقبال اپنے عہد کے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

سیاسی معاملات کے حوالے سے گہرا سیاسی شعور اور فہم و ادراک رکھتے تھے۔ وہ اس بات کا اندازہ لگا رہے تھے کہ ایک قوم جو عرصہ دراز سے نو آبادیاتی نظام کی پروردہ ہے۔ برصغیر کی قوم تہذیبی، شعوری، سیاسی اور معاشرتی حوالے سے گراوٹ کا شکار ہو چکی ہے۔ اقبال اسلامی تہذیب و ثقافت کے پروردہ تھے۔ ان کے نزدیک اسلامی تہذیب و ثقافت ہی مسلمانوں کا دائمی اور حقیقی سرمایہ ہے، کیوں کہ اسلامی تہذیب و ثقافت مادیت پرستی سے زیادہ روحانی اقدار پر انحصار کرتی ہے۔ برصغیر نو آبادیاتی نظام کے شکنجے میں اس قدر جکڑی جا چکی تھی کہ وہ ذہنی طور پر غلامی قبول کر چکی تھی۔ اب صورت حال یہ تھی کہ ان کے اندر بے دلی اور مایوسی کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ علامہ اقبال اپنے اور بصیرت سے اس بات کا اندازہ لگا چکے تھے کہ نو آبادیاتی نظام نے برصغیر اور خاص طور پر ہندوستان کے مسلمانوں نفسیات پر گہرے اثرات سے مرتب ہوئے۔

علامہ اقبال انگریزوں کی استعماریت اور سامراجیت سے بہ خوبی واقف تھے۔ ہندوستان کی غلامی کا احساس دن بہ دن بڑھتا جا رہا تھا اور یہی احساس ان کی شاعری میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ اقبال کی نظم "تصویرِ درد "جذبہ ءحب الوطنی سے سرشار ہے۔ "تصویرِ درد" میں شاعر کا جذباتی پہلو کھل کر سامنے آتا ہے۔ ان کے دل میں اپنے وطن سے متعلق غیر معمولی محبت تھی۔ اقبال لکھتے ہیں:

" وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں
ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے، ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہدِ کہن کی داستانوں میں
یہ خاموشی کہاں تک ؟ لذتِ فریاد پیدا کر
زمیں پر تُو ہو اور تیری صدا ہو آسمانوں میں
نہ سمجھو گے تو مِٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں"(۳)

اقبال یورپ جانے سے پہلے جغرافیائی وطنیت کا محدود تصور رکھتے تھے، وہ نو آبادکاروں کے ردعمل کے طور پر ہندوستان کے جغرافیے پر مبنی خطے کو وطن تسلیم کرتے تھے اور اس کی عظمت و توقیر کے قصیدے گنگناتے رہے اور کہتے "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" قیام یورپ اور پھر یورپ سے واپسی پر اقبال کی شخصیت یکسر

تبدیل ہو گئی اور وہ وطن کی فطری اور مذہبی محبت کے ساتھ ساتھ ساری کائنات کو مسلمانوں کا دل قرار دینے لگے اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک ملت تصور کرنے لگے۔ اس طرح اقبال اس نظریے کے قائل ہوئے کہ وطنیت اور جغرافیائی حدود میں رہتے ہوئے اسلامی قومیت قائم نہیں کی جاسکتی۔

۱۹۰۵ء کے بعد کی شاعری میں اقبال پہلے سے زیادہ انقلابی اور اسلامی جذبات کے ساتھ منظر عام آتے ہیں۔ اس دور کی شاعری میں اسلام اور مسلمانوں کا حصہ زیادہ ہے اسی بنا پر اقبال کو شاعرِ اسلام کہا جانے لگا۔ یورپ سے واپسی کے بعد اقبال اس قدر ذہنی ارتقا سے گزرے کہ وہ ساری دنیا کے لوگوں کی نجات مذہب اسلام میں سمجھنے لگے اور انھوں نے اسلامی تعلیمات کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس دور میں انھیں ارضِ حجاز پاک اور حضرت محمد ﷺ سے بے پناہ عقیدت ہو گئی۔ اس سے متعلق محمد رؤف اپنی تصنیف " اردو غزل مابعد نو آبادیاتی مطالعہ " میں رقم طراز ہیں:

> " انھیں یورپ سے اکتسابِ فکر و فن یہ تحفظات ضرور تھے کہ یہاں کی مادی تہذیب اپنی ظاہری جمالیات، نوع بہ نوع آسائشات اور دل کش آرایش و زیبایش سے افراد ملت کو اپنا گرویدہ بنا کر اسلامی تشخص کو داغ دار کر سکتی ہے۔ وہ اپنے پہلے خطبے میں اس خدشے کا اظہار بڑی وضاحت سے کرتے ہیں۔۔۔۔ انھیں انگلستان اور جرمن کی دانش گاہوں میں حسنِ فرنگ کی بہاریں بہ نفس نفس دیکھنے کا موقع ملا تو ان پر جلوۂ حسن کے تمام رموز آشکار ہو گئیں۔ اقبال نے فرنگی حسن کی سحر کاریوں سے بچنے کے لیے اسوۂ رسول میں پناہ لی۔ وہ یورپ کے توبہ شکن ماحول میں رہتے ہوئے بھی اسلامی اقدار و روایات کی پاسداری کا اہتمام کرتے ہیں، حسن نسوانی کی بجلیوں سے بچنے کے لیے اپنی آنکھوں کو مدینہ منورہ اور نجفِ اشرف کی خاک سے بصیرت افروز بناتے ہیں نیز بارگاہِ رسول ﷺ میں اپنی چارہ سازی کا استغاثہ پیش کر کے اس فتنۂ دوراں سے محفوظ و مامون رہنے کا سامان کرتے ہیں۔" (۴)

"شفاخانہ حجاز"، " ترانۂ ملی"، " حضورِ رسالت مآب میں"، " صدیقؓ"، " بلال"، "میں اور تو"، " خضر راہ" جنگ یرموک کا ایک واقعہ" جیسی نظمیں ۱۹۰۵ء کے بعد اقبال کی شخصیت اور شاعری کی عمدہ عکاس ہیں۔ یورپ سے واپسی کے بعد اقبال کا نصب العین احیائے ملت اسلامیہ ہو گیا۔ اقبال کی شاعری میں یہ اسلامی رنگ کسی فرقہ پرستی یا مذہب پرستی کا نتیجہ نہیں بل کہ نو آبادیاتی عہد کے ظلم اور ناانصافیوں کی وجہ سے ہے۔ ۱۹۰۸ء سے

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

لے کر عالم جاودانی تک اقبال کی شاعری کا تین چوتھائی حصہ ملی اور اسلامی ہے۔ اگرچہ ان کی شاعری میں حکیمانہ اور فلسفیانہ افکار ملتے ہیں لیکن سب کا مرکز و محور اسلام ہے۔

اقبال نے نو آبادیاتی سیاق و تناظر میں بہت زیادہ سیاسی نظمیں تخلیق کیں اور اشتراکیت کی بھی بھرپور حمایت کی۔ انھوں نے آزادی کے حصول کے لیے شاعری میں تلقین و تبلیغ اور خطیبانہ انداز اپنایا۔ انھوں نے مذہب و ملی تفریق کے بغیر دنیا کو ایک پیغام دیا۔ انھوں نے شاعری سے فلسفہ حیات اور فلسفۂ خودی کے تقاضے نبھائے اور قوم کے عروج و زوال کو موضوع بنایا۔ ہندوستان کے علاوہ بین الاقوامی حالات و واقعات پر ان کی گہری نظر تھی ۔اقبال نے ہندوستانی مسلمانوں کو ایک نیا سیاسی منشور دیا۔ اس ضمن میں محمد رؤف مزید لکھتے ہیں:

> " تیس کی دہائی میں انھوں نے نغموں کی لے بہت تیز کر دی تھی۔ مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہٰ آباد ۱۹۳۰ء میں وہ برطانوی استعمار سے آزادی پانے اور مسلمانانِ برصغیر کے لیے ایک الگ مملکت بنانے کا مطالبہ پوری صراحت سے پیش کر دیتے ہیں۔ جب ہندوستان کے مختلف سیاسی گروہوں کو کسی ایک آئینی ڈھانچے پر متفق کرنے کے لیے لندن میں گول میز کانفرنسیں ہوئیں تو اقبال بھی تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے تھے ۔اگرچہ یہ کانفرنس بھی اتفاقِ رائے نہ ہونے کی وجہ سے ناکام رہی تاہم انھوں نے اپنی اسلامی ہند اسکیم (خطبہ الہٰ آباد) کی وہاں خوب تشہیر کی۔ کیمبرج کے مسلم سکالر چودھری رحمت علی نے یہیں سے متاثر ہو کر اقبال کی اس مجوزہ ریاست کے لیے پاکستان کا نام تجویز کیا تھا۔ اس دور کی غزل میں اقبال نے حریت و آزادی کے نغمے بہت صراحت سے رقم کیے ہیں۔ "(۵)

نو آبادیاتی عہد کے تناظر ہی میں اقبال نے ملت کے عروج و زوال کو موضوع بنایا اور وعظ و تبلیغ کا طریقہ اپنایا۔ اقبال ساری زندگی مسلمانوں کی حالت زار پر شکوہ کناں رہے۔ اقبال کی شخصیت پر سیاسی غلامی کا انفرادی اثر پڑا ،انھوں نے اس قوم کی نمایندگی کی جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ ہر ہندوستانی طاقتور آقاؤں کی تقلید پر مجبور ہو گیا تھا ان حالات میں اقبال نے اپنی مفکرانہ سوچ سے انھیں فلسفۂ حیات دیا۔ مسلمان عیش و عشرت میں پڑ کر اپنا حقیقی مقصد بھول گئے ان میں فکر و عمل کی جدجہد ماند پڑ گئی اور یورپی اقوام جدید علوم و فنون میں پڑے رہے۔ اس لیے یورپی اقوام اپنی ترقی کے اعتبار سے برصغیر سے آگے نکل گئے۔ یورپ نے عورت کو بے جا آزادی دے رکھی

ہے یہی وجہ ہے کہ اقبال نے مغربی تہذیب کی کھل کر مخالفت کی۔ انھوں نے سیاست، مذہب، معیشت اور تعلیم کو موضوع بنایا اور مغرب کی غلط پالیسیوں کو ہدف تنقید بنایا۔ انھوں نے بڑے حکیمانہ انداز میں فرنگی نظام پر تنقید کی ۔وہ یورپ جانے سے قبل بھی نو آباد کاروں کی غلط پالیسیوں کے ناقد تھے اور یورپ سے واپسی پر بھی فرنگی تہذیب کو ہدف تنقید بنایا۔ مغربی معاشرت، مغربی سیاست اور مغربی فکریات نے اقبال کی شخصیت کو کافی حد تک متاثر کیا:

"فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے نا پید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف"(۶)

اقبال کو نو آباد کاروں سے یہی شکایت تھی کہ انھوں نے لوگوں کی ذہنی تربیت کر کے مشرقی تہذیب و تمدن کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ انھوں نے جہاں اہل یورپ کی مے خواری، عریانی، بے حیائی اور مادر پدر آزادی کو سخت ناپسند کیا ہے وہاں انھوں نے محنت ایفائے عہد، پابندی وقت، کاروباری زندگی اور دیانت داری کی تعریف بھی کی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اہل یورپ نے مسلمانوں کی اچھی خوبیوں کو اپنا لیا ہے۔ غلامی کے باوجود انھیں اہل مشرق میں کئی خامیاں نظر آتی ہیں اس لیے وہ مسلمانوں کی تربیت کرتے ہیں اور اپنی شاعری کو اصلاح قوم کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اقبال کو اپنے ہم وطنوں سے شکایت تھی کیوں کہ ان میں ایک طبقہ مغربی تہذیب کی نقالی کرتا تھا۔ اس طبقے نے یورپی چمک دمک والی زندگی کو قبول کیا۔ اقبال کی فکر و نظر سے متعلق ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

" اقبال کو نہ صرف جدید علوم سے استفادہ کا موقعہ ملا بلکہ انھوں نے عربی، فارسی، انگریزی اور جرمن زبان کے فکری ماخذات تک براہ راست رسائی حاصل کی تھی۔ اقبال نے ذہن و فکر کے آزاد عمل سے ان صداقتوں کو تلاش کیا جو بنیادی طور پر مشرق کی مزاج سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور جن کی عالمگیریت مسلم ہے۔ چنانچہ اقبال وہ نقطۂ اتصال ہے جہاں مشرق اور مغرب کی فکری روئیں متصادم ہونے کے بجائے آپس میں مل جاتی ہیں۔" (۷)

اقبال ترقی کے حامی تھے لیکن مغربی تہذیب کی تقلید کے مخالف تھے۔ وہ اپنی قوم اور تہذیب سے ناامید نہیں تھے۔ ۱۹۰۵ء سے پہلے اقبال ہندی وطنیت کا پرچار کرتے رہے ،وہ سمجھتے رہے کہ مسلمانوں ،ہندوؤں اور دوسری قوموں میں کوئی تخصیص نہیں۔ اگر اقبال متحدہ ہندی وطنیت کا تصور رکھتے تو آزادی کے بعد متحدہ ہندوستان

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بنتا پاکستان نہ بنتا لیکن ۱۹۰۵ء کے بعد اقبال کی شخصیت مکمل طور پر بدل گئی اور وہ اسلامی تصور قومیت کے علمبر دار بن گئے۔ ان کی حب الوطنی میں اسلامی قومیت کا تصور پھیل گیا۔ ان کی شخصیت ۱۹۰۸ء میں اس قدر بدلی کی وہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اس سے ہندو ناراض ہوئے اور مخالفت پر اتر آئے، اس سے ان کا تصور قومیت کھل کر سامنے آتا ہے۔ اقبال کی شخصیت میں تبدیلی اس درجہ ہوئی کہ پہلے وہ ہندی تھے اب حجازی ہو گئے۔ ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہٰ آباد پر اقبال کی شدید مخالفت ہوئی، ہندی قومیت سے اسلامی قومیت کی طرف اس ذہنی سفر پر ہندوؤں نے سخت نکتہ چینی کی۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل اپنی تصنیف "اقبال اور جدید دنیائے اسلام" میں لکھتے ہیں:

> "اقبال نے جس شدت سے مغربیت کو رد کیا ہے اور جس مستقل مزاجی اور تواتر سے اس کے خلاف اپنے جذبات و خیالات بیان کیے ہیں، اس لحاظ سے یہ موضوع ان کی فکر شاعری کا ایک اہم اور بنیادی موضوع بن گیا ہے۔ جدید دنیائے اسلام کو جن اہم مسائل کا سامنا رہا اور جو اقبال کے نزدیک مسلمانوں کے قومی و ملی وجود کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے تھے اور ان سے کنارہ کشی مسلمانوں کے تشخص کے لیے ضروری تھی، ان میں مغربیت کا مسئلہ بھی تھا ۔ ان کی رد مغربیت کی خواہش اور کوشش اس غالب خیال کے ماتحت رہی کہ مسلمان مغربیت میں مبتلا رہ کر اپنے قومی ورثہ اور ملی تشخص سے دور ہوتے چلے جائیں گے اور یہ ان کے وجود کے لیے نقصان دہ ہو گی۔" (۸)

اقبال کے مطابق مذہب کے روحانی اتحاد سے قوم پیدا ہوتی ہے۔ نو آبادیاتی عہد میں اقبال ایک اہم مفکر کی حیثیت میں سامنے آئے، انھوں نے اپنے عہد کے مسائل کے ساتھ ساتھ قوم کے مستقبل کے بارے میں بھی سوچا۔ انھوں نے انگریزوں اور ہندوؤں کے مقابلے میں مسلمانوں کو تیار کیا ان میں سیاسی شعور بیدار کیا ان کے اندر جذبۂ حریت اُبھارا۔ اقبال وہ واحد شخص تھے جنھوں نے سب سے زیادہ عالم اسلام کے وسیع تناظر میں مسلمانوں کے قومی مسائل کو موضوع بنایا۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں تک اپنا پیغام پہنچایا۔ اقبال کی شخصیت اور شاعری کے بارے میں ڈاکٹر محمد آصف رقم طراز ہیں:

> "اقبال نہ صرف جدید تاریخ کے رجحانات سے واقف تھے بلکہ اپنی گہری فکری بصیرت اور سیاسی تجزیے کی بدولت وہ مستقبل کے افق پر ابھرنے والی استعماری آہٹوں کو بھی محسوس کر رہے تھے۔ اقبال نے یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو اپنی ریڈیائی تقریر میں سالِ نو کے موقع پر جو پیغام

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دیا تھا اگر اس کو آج کے حالات وواقعات کے تناظر میں رکھ کر دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اقبال ہماری موجودہ دنیا کا نقشہ کھینچ رہے ہیں۔ اقبال کے اس بیان کے ایک ایک لفظ سے سامراج دشمنی اور انسان دوستی کا اظہار ہوتا ہے۔ ملوکیت کی نفسیات، اس کے مختلف حربوں، سفاکی، عیاری، مکاری اور اس کی مختلف شکلوں سے اقبال کسی حد تک واقف تھے۔"(۹)

اقبال کی شاعری ان کے اصولوں اور شخصیت کی بہترین مثال ہے۔ انھوں نے شاعری کو معاشرتی اصلاح اور زندگی کے مسائل کی ترجمانی کا ذریعہ بنایا۔ مسلمانوں کے اندر قومی شعور بیدار کیا ان کے اندر ایک اضطراب پیدا کر دیا۔ اب مسلمانوں کی تسکین صرف اور صرف آزادی میں تھی۔ وہ ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام سے ہی مطمئن ہوں گے۔ اقبال نے ہندو اور مسلمانوں کا راستہ الگ الگ کر دیا۔ انھوں نے ہندی اور ہندوؤں کے نعرے کو مسلمانوں کے خلاف ایک سازش خیال کیا۔ اقبال کے مطابق انھوں نے اُردو زبان پر حملہ اس لیے کیا کیوں کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ اسلامی تہذیب کی زبان ہے۔

جس دور سے اقبال گزر رہے تھے وہ دور انتہائی انتشار اور ابتلا کا دور تھا اس لیے اس کے واضح اثرات ان کی شخصیت اور شاعری پر پڑے۔ انھوں نے عالم اسلام کو انتہائی بے چارگی اور بے بسی کے عالم میں دیکھا اور اس پر پریشانی کا اظہار کیا۔ وہ مسلمانانِ ہند کی آزادی اور عظمت رفتہ کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے ۱۹۰۸ء کے بعد ان کی فکر و نظر میں وسعت اور گہرائی پیدا ہو گئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اسلام کا انتشار مغربی نو آباد کاروں کی وجہ سے ہے۔ کیوں کہ ان کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کو متحد نہ ہونے دیا جائے اور اس طرح ان کو علاحدہ علاحدہ کر کے ذلیل ورسوا کیا جائے۔ اقبال اس زمانے میں سب سے نمایاں شاعر تھے جنھوں نے عالم اسلام کے اتحاد پر زور دیا۔ انھوں نے وطنی پرستی کے تصور کو بدلا اور کہا کہ مسلمان وطن پرست نہیں ہو سکتا خواہ وہ ایک مسلمان ملک سے تعلق ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ کیوں کہ اسلام زمان و مکان میں قید نہیں ساری دنیا کے مسلمان ایک قوم اور ایک ملک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آغاز میں اقبال وطن پرست تھے اور متحدہ ہندوستان کی بات کرتے تھے لیکن بعد میں ان کی شخصیت میں بہت بڑی تبدیلی آ گئی وہ مسلمانوں کے مسائل کا حل صرف اور صرف الگ مملکت کے حصول میں ہی سمجھتے تھے۔ اس حوالے سے متعلق ڈاکٹر معین الدین عقیل لکھتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

> "اقبال نے ایک ایسے موقع پر کہ جب ہندوستان میں مسلمانوں کے قومی اور سیاسی مسائل کے حل کے لیے مختلف تجویزیں پیش کی جارہی تھیں اور دستوری خاکے مرتب ہو رہے تھے، بہت واضح اور مدلل انداز میں برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کے قومی وملی مسائل کا جائزہ لیا تھا اور ان کے حل کے لیے اپنا تصور پیش کیا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے قومی اور سیاسی مسائل کا حل ان کی نظر میں صرف انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان میں ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام میں تھا۔ اپنے تاریخ ساز خطبے میں انھوں نے ایک آزاد اسلامی مملکت کے قیام کو ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل قرار دیا۔" (۱۰)

اقبال نے مسلمانوں کے عمومی اور سیاسی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے علیحدہ مملکت کے قیام کا تصور پیش کیا۔ اقبال پہلے ہندو مسلم اتحاد کے ذریعے آزادی چاہتے تھے بعد میں انھوں نے اپنا نظریہ بدلا تو اس کے پس پردہ بھی نو آبادیاتی نظام تھا۔ کیوں کہ برطانوی نو آبادکار مسلم تہذیب کو ہندو تہذیب میں ضم کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح انگریزوں اور ہندوؤں کے رویے سے مجبور ہو کر انھوں نے ایک آزاد اسلامی مملکت کا خواب دیکھا اور تحریک آزادی کو اپنی ولولہ انگیز شاعری کے ذریعے گرمایا۔ اقبال کی شخصیت اور شاعری کا سیاق نو آبادیاتی تناظر میں تشکیل پایا۔ قیام یورپ کے دوران اقبال مغرب شناس ہو گئے اور انھوں نے فرنگی تہذیب کو بڑے قریب سے دیکھا۔ ان کے رویوں اور مسلمانوں سے متعصبانہ برتاؤ کی وجہ سے وہ مسلمانوں کی آزادی کے لیے سرگرم ہو گئے۔ اقبال کے شخصی اور فکری ارتقا پر نو آبادیاتی اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے محمد رؤف رقم طراز ہیں:

> "مغربی ممالک میں اقبال کا قیام ان کے فکری تغیر وارتقا کے حوالے سے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ یورپ جانے سے قبل اقبال کے ہاں حب وطن کا تصور سراسر جغرافیائی تھا۔ مغربی معاشرے سے اپنے تال میل کے دوران میں انھیں احساس ہوا کہ نیشنل ازم دراصل استعماری طاقت کا ایک تشکیلی مرحلہ ہے لہٰذا انھوں نے اس سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے تصورِ وطن جغرافیائی حصار سے نکال کر ایک نظریاتی وحدت سے منسلک کر لیا۔"(۱۱)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اقبال کے فکر و فلسفہ کا بنیادی خمیر اسلام سے اٹھا اور اس کے پیچھے نو آبادیاتی حالات تھے۔اقبال نے حریت و آزادی کا مجتہدانہ نظام فکر دیا اور قوم میں ایک نیا عزم وولولہ پیدا ہو گیا۔نو آبادیاتی عہد میں اقبال کی شخصیت سب سے زیادہ متاثر ہوئی ان کا فکری آہنگ اس امر کی بین دلیل ہے۔نو آبادیاتی عہد میں حالی، شبلی اور اکبر الہٰ آبادی کے علاوہ کچھ ادارے ایسے بھی تھے جن کے اقبال کے سیاسی ارتقا پر اثرات مرتب ہوئے۔نو آبادیاتی عہد کئی کروٹیں بدلتا ہوا ان شخصیات سے ہو کر اقبال تک پہنچا۔اقبال کو سب سے زیادہ مسلمانوں کے اجتماعی اور انفرادی تشخص کو ختم کرنے کی کوششوں نے متاثر کیا۔ان حالات نے اقبال کے فکر و نظر میں بڑی تبدیلی برپا کر دی۔اقبال مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر آزاد اور سربلند اقوام کی فہرست میں دیکھنا چاہتے تھے۔اقبال ملتِ اسلامیہ کے احیا کی بات کرتے رہے۔

اقبال مسلمانوں کو سر فراز اور بلند دیکھنا چاہتے تھے انھوں نے مسلمانوں کے عروج کی تمنا کی دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے علاوہ آپ اسپین کے دورہ پر بھی گئے اور مسجد قرطبہ کی زیارت کی جس کا ان کے ذہنی میلانات پر گہرا اثر پڑا اس دور میں انھوں نے "طارق کی دعا، مسجدِ قرطبہ" اور طارق کی دعا" جیسی اہم نظمیں تخلیق کیں۔مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے ضمن میں جمال الدین افضانی کے بعد اقبال کا نام اہم ہے۔نو آبادیاتی دور کے تہذیبی، تعلیمی اور سیاسی افکار کا اقبال کی شخصیت پر بڑا گہرا اثر پڑا ان کی شاعری نئے رنگ میں نظر آنے لگی انھوں نے سر سید، حالی، اکبر اور شبلی سے بھی گہرا اثر قبول کیا۔اس وجہ سے اقبال انگریز پرستی کو بہت مہلک سمجھتے تھے۔۱۹۱۴ء میں اقبال کا ذہنی ارتقا اپنی فکری معراج کو پہنچا اس دور میں انھوں نے "تصویر درد"، "شمع و شاعر" "شکوہ" اور "جوابِ شکوہ" جیسی نظمیں تخلیق کیں۔اقبال مشرقیت کے احیا کی حمایت کرتے رہے اور لادین سیاست، مغربی تہذیب و ثقافت اور ذہنی غلامی کی بھرپور مذمت کرتے رہے۔اس حوالے سے انھوں نے قوم کو بیدار کرنے کا جذبہ بیدار کیا۔ڈاکٹر معین الدین عقیل اپنی تصنیف "اقبال اور جدید دنیائے اسلام" میں لکھتے ہیں:

> " اقبال نے جس شدت سے مغربیت کا رد کیا ہے اور جس مستقل مزاجی اور تواتر سے اس کے خلاف اپنے جذبات و خیالات بیان کیے ہیں، اس لحاظ سے یہ موضوع ان کی فکر شاعری کا ایک اہم اور بنیادی موضوع بن گیا ہے۔جدید دنیائے اسلام کو جن اہم مسائل کا سامنا رہا اور جو اقبال کے نزدیک مسلمانوں کے قومی و ملی وجود کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے تھے اور ان سے کنارہ کشی مسلمانوں کے تشخص کے لیے ضروری تھی، ان میں مغربیت کا مسئلہ بھی تھا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۔ان کی رد مغربیت کی خواہش اور کوشش اس غالب خیال کے ماتحت رہی کہ مسلمان مغربیت میں مبتلارہ کر اپنے قومی ورثہ اور ملی تشخص سے دور ہوتے چلے جائیں گے اور یہ ان کے وجود کے لیے نقصان دہ ہو گی۔" (۱۲)

برصغیر کے نو آبادیاتی عہد میں برطانوی استعماریت اور اجارہ داری کے اذیت ناک ماحول میں اقبال نے حریت ضمیر سے حق گوئی وبے باکی کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے حریت فکر و عمل کا علم بلند کیا۔اقبال نے اپنی شاعری میں استعمار کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے میں اپنا انقلابی کردار ادا کیا۔ان ناساز گار حالات میں اقبال نے اپنی شاعری سے برصغیر کے باشندوں کو نہ صرف خواب غفلت سے بیدار کیا بلکہ ان کے دلوں میں جوش و جذبہ اور ولولہ پیدا کیا۔۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر برطانوی استعمار نے ایک ابلیسی نظام کے ذریعے اس ملک کے باشندوں کو استعماریت اور اجارہ داری کا نشانہ بنایا۔برطانوی استعماریت کے کے زیر عتاب آنے کے بعد برصغیر کے باشندوں انتہائی کٹھن اور بد ترین حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ملی بیداری، قومی شعور، درد مندی اور خلوص کی حامل شاعری کو جدوجہد اورآزادی میں کلیدی حیثیت حاصل ہے جس کی آبیاری سے بھٹکنے والی قوم کا نشان منزل کی پہچان میں کامیابی مل گئی۔اقبال نے اپنی انقلابی شاعری میں برصغیر کی ملت اسامیہ کو اُمید اور حوصلے کا دامن آزادی حاصل کرنے کی تلقین کی۔

اقبال کو اس بات کی تشویش تھی کہ برصغیر کے نو آبادیاتی عہد میں برطانوی سامراجی قوتوں نے انتہائی بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کو زوال کا نشانہ بنایا۔انھوں نے غلامی کی زنجیر توڑ کر آزادی کے حصول کے لیے قوم کے اندر ذوقِ یقیں پیدا کیا۔اقبال کو برصغیر کے اقوام خاص طور پر مسلمانوں کی زبوں حالی کا بہت دکھ تھا۔نو آبادیاتی عہد میں برصغیر کے مسلمان اختلافات اور عصبیتوں کا شکار ہوگئے۔برصغیر میں برطانوی سامراج کے عناد اور فساد کے باعث مسلمانوں کو بدحالی اور ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا۔اقبال کی شاعری نے جہد و عمل پر مائل دلوں کو ایک ولولہ تازہ عطا کرنے میں اہم کردار ادا کیا:

"آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہو گی ترنم آفریں بادِ بہار
نکہتِ خوابیدہ غنچے کی نوا ہو جائے گی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک
بزمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی
شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز
اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی" (۱۳)

سلطنت مغلیہ کے زوال اور ہندوستان کی غلامی کا اقبال کی شخصیت پر بے حد اثر ہوا وہ ہندوستان کے عوام کی رگوں میں برقی رو دوڑانے کو ضروری خیال کرتے تھے۔ قیام یورپ کے دوران جب اقبال فلسفے کا گہرا مطالعہ کر رہے تھے تو انھوں نے ایران کی ادبی، لسانی تحریکوں اور لٹریچر کا بغور جائزہ لیا تو انھیں محسوس ہوا کہ اسلامی تہذیب کی ابتری اور تباہی کی ذمہ دار فارسی زبان بھی اس لیے وہ کسی حد تک اردو سے بیزار بھی ہوئے اور فارسی میں شاعری کا آغاز کر دیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو مقصدی شاعری کی وہ اسرار خودی اور رموز بے خودی کے نام سے مشہور ہوئی جو دیگر اسلامی ممالک کے علاوہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک اپیل تھی۔ اقبال کا ذہنی ارتقا اس قدر ہوا کہ انھوں نے مسلمانوں کے امنڈتے ہوئے جذبات کی ترجمانی شروع کر دی اس سلسلے میں انھوں نے "شکوہ"، "فاطمہ" اور "جواب شکوہ" جیسی منظومات تخلیق کیں۔ انھوں نے مشرقی اور اسلامی تہذیب کی بقا کے لیے نظمیں لکھیں۔ شکوہ اور جواب شکوہ میں انھوں نے نسل، رنگ اور جغرافیائی تنگ نظری پر گہری ضربیں لگائی ہیں۔ اس عہد میں مسلمان سیاسی، سماجی، تعلیمی اور مذہبی طور غلامی کا شکار ہو چکے تھے۔ اس سے متعلق محمد رؤف اپنی تصنیف" اردو غزل مابعد نو آبادیاتی مطالعہ" میں رقم طراز ہیں:

" انھیں یورپ سے اکتسابِ فکر و فن پہ تحفظات ضرور تھے کہ یہاں کی مادی تہذیب اپنی ظاہری جمالیات، نوع بہ نوع آسائشات اور دل کش آرایش و زیبایش سے افراد ملت کو اپنا گرویدہ بنا کر اسلامی تشخص کو داغ دار کر سکتی ہے۔ وہ اپنے پہلے خطبے میں اس خدشے کا اظہار بڑی وضاحت سے کرتے ہیں۔۔۔۔ انھیں انگلستان اور جرمن کی دانش گاہوں میں حسنِ فرنگ کی بہاریں بہ نفس نفس دیکھنے کا موقع ملا تو ان پر جلوۂ حسن کے تمام رموز آشکار ہو گئیں۔ اقبال نے فرنگی حسن کی سحر کاریوں سے بچنے کے لیے اسوۂ رسول میں پناہ لی۔ وہ یورپ کے توبہ شکن ماحول میں رہتے ہوئے بھی اسلامی اقدار و روایات کی پاسداری کا اہتمام کرتے ہیں، حسن نسوانی کی بجلیوں سے بچنے کے لیے اپنی آنکھوں کو مدینہ منورہ اور نجفِ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اشرف کی خاک سے بصیرت افروز بناتے ہیں نیز بار گاہِ رسول ﷺ میں اپنی چارہ سازی کا استغاثہ پیش کر کے اس فتنہ ٔدوراں سے محفوظ ومامون رہنے کا سامان کرتے ہیں۔" (۱۴)

"شفاخانہ حجاز"، "ترانہ ملی"، "حضور رسالت مآب میں"، "صدیقؓ"، "بلال"، "میں اور تو"، "خضر راہ" جنگ یرموک کا ایک واقعہ" جیسی نظمیں ۱۹۰۵ء کے بعد اقبال کی شخصیت اور شاعری کی عمدہ عکاس ہیں۔یورپ سے واپسی کے بعد اقبال کا نصب العین احیائے ملت اسلامیہ ہو گیا۔ اقبال کی شاعری میں یہ اسلامی رنگ کسی فرقہ پرستی یا مذہب پرستی کا نتیجہ نہیں بل کہ نو آبادیاتی عہد کے ظلم اور ناانصافیوں کی وجہ سے ہے۔۱۹۰۸ء سے لے کر عالم جاودانی تک اقبال کی شاعری کا تین چوتھائی حصہ ملی اور اسلامی ہے۔اگرچہ ان کی شاعری میں حکیمانہ اور فلسفیانہ افکار ملتے ہیں لیکن سب کا مرکز و محور اسلام ہے۔

نو آبادیاتی عہد کے تناظر ہی میں اقبال نے ملت کے عروج وزوال کو موضوع بنایا اور وعظ و تبلیغ کا طریقہ اپنایا۔ اقبال ساری زندگی مسلمانوں کی حالت زار پر شکوہ کناں رہے۔اقبال کی شخصیت پر سیاسی غلامی کا انفرادی اثر پڑا ،انھوں نے اس قوم کی نمایندگی کی جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ہندوستانی عوام طاقتور آقاؤں کی تقلید پر مجبور ہو گیا تھا ایسے میں اقبال نے اپنی مفکرانہ سوچ سے انھیں فلسفہ ٔحیات دیا۔مسلمان عیش و عشرت میں پڑ کر اپنا حقیقی مقصد بھول گئے ان میں فکر و عمل کی جدجہد ماند پڑ گئی اور یورپی اقوام جدید علوم وفنون میں پڑے رہے۔اس لیے یورپی اقوام اپنی ترقی کے اعتبار سے برصغیر سے آگے نکل گئے۔یورپ نے عورت کو بے جا آزادی دے رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ اقبال نے مغربی تہذیب کی کھل کر مخالفت کی۔انھوں نے سیاست، مذہب، معیشت اور تعلیم کو موضوع بنایا اور مغرب کی غلط پالیسیوں کو ہدف تنقید بنایا۔ انھوں نے بڑے حکیمانہ انداز میں فرنگی نظام پر تنقید کی ۔وہ یورپ جانے سے قبل بھی نو آباد کاروں کی غلط پالیسیوں کے ناقد تھے اور یورپ سے واپسی پر بھی فرنگی تہذیب کو ہدف تنقید بنایا۔ مغربی معاشرت، مغربی سیاست اور مغربی فکریات نے اقبال کی شخصیت کو کافی متاثر کیا:

"فساد قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے نا پید
ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف"(۱۵)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اقبال کو نو آباد کاروں سے یہی شکایت تھی کہ انھوں نے لوگوں کی ذہنی تربیت کر کے مشرقی تہذیب وتمدن کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ انھوں نے جہاں اہل یورپ کی مے خواری، عریانی، بے حیائی اور مادر پدر آزادی کو سخت ناپسند کیا ہے وہاں وہ ان کی محنت ایفائے عہد، پابندی وقت، کاروباری زندگی اور دیانت داری کی تعریف بھی کی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اہل یورپ نے مسلمانوں کی اچھی خوبیوں کو اپنا لیا ہے۔ غلامی کے باوجود انھیں اہل مشرق میں کئی خامیاں نظر آتی ہیں اس لیے وہ مسلمانوں کی تربیت کرتے ہیں۔ اور اپنی شاعری کو اصلاح قوم کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اقبال کو اپنے ہم وطنوں سے شکایت تھی کی کیوں کہ ان میں ایک طبقہ مغربی تہذیب کی نقالی کرتا تھا۔ اس طبقے نے یورپی چمک دمک والی زندگی کو قبول کیا ہے۔ اقبال کی فکر و نظر سے متعلق ڈاکٹر انور سدید رقم طراز ہیں:

" اقبال کو نہ صرف جدید علوم سے استفادہ کا موقعہ ملا بلکہ انھوں نے عربی، فارسی، انگریزی اور جرمن زبان کے فکری ماخذات تک براہ راست رسائی حاصل کی تھی۔ اقبال نے ذہن وفکر کے آزاد عمل سے ان صداقتوں کو تلاش کیا جو بنیادی طور پر مشرق کی مزاج سازی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں اور جن کی عالمگیریت مسلم ہے۔ چنانچہ اقبال وہ نقطۂ اتصال ہے جہاں مشرق اور مغرب کی فکری روئیں متصادم ہونے کے بجائے آپس میں مل جاتی ہیں۔ " (۱۶)

اقبال ترقی کے حامی تھے لیکن مغربی تہذیب کی تقلید کے مخالف تھے۔ وہ اپنی قوم اور تہذیب سے ناامید نہیں تھے۔ ۱۹۰۵ء سے پہلے اقبال ہندی وطنیت کا پرچار کرتے رہے ،وہ سمجھتے رہے کہ مسلمانوں ،ہندوؤں اور دوسری قوموں میں کوئی تخصیص نہیں۔ اگر اقبال متحدہ ہندی وطنیت کا تصور رکھتے تو آزادی کے بعد متحدہ ہندوستان بنتا۔ پاکستان نہ بنتا لیکن ۱۹۰۵ء کے بعد اقبال کی شخصیت مکمل طور پر بدل گئی اور وہ اسلامی تصور قومیت کے علمبردار بن گئے۔ ان کی حب الوطنی میں اسلامی قومیت کا تصور پھیل گیا۔ ان کی شخصیت ۱۹۰۸ء میں اس قدر بدلی کی وہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اس سے ہندو ناراض ہوئے اور مخالفت پر اتر آئے، اس سے ان کا تصور قومیت کھل کر سامنے آتا ہے۔ اقبال کی شخصیت میں تبدیلی اس درجہ ہوئی کہ پہلے وہ ہندی تھے اب حجازی ہو گئے۔ ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہٰ آباد پر اقبال کی شدید مخالفت ہوئی، ہندی قومیت سے اسلامی قومیت کی طرف اس ذہنی سفر پر ہندوؤں نے سخت نکتہ چینی کی۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل اپنی تصنیف "اقبال اور جدید دنیائے اسلام" میں لکھتے ہیں:

" اقبال نے جس شدت سے مغربیت کا رد کیا ہے اور جس مستقل مزاجی اور تواتر سے اس کے خلاف اپنے جذبات وخیالات بیان کیے ہیں، اس لحاظ سے یہ موضوع ان کی فکر شاعری کا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ایک اہم اور بنیادی موضوع بن گیا ہے۔ جدید دنیائے اسلام کو جن اہم مسائل کا سامنا رہا اور جو اقبال کے نزدیک مسلمانوں کے قومی و ملی وجود کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے تھے اور ان سے کنارہ کشی مسلمانوں کے تشخص کے لییے ضروری تھی، ان میں مغربیت کا مسئلہ بھی تھا ۔ان کی رد مغربیت کی خواہش اور کوشش اس غالب خیال کے ماتحت رہی کہ مسلمان مغربیت میں مبتلا رہ کر اپنے قومی ورثہ اور ملی تشخص سے دور ہوتے چلے جائیں گے اور یہ ان کے وجود کے لیے نقصان دہ ہو گی۔"(١٧)

اقبال یہ سوچنے لگے کہ مغربی تہذیب اور ہندی وطنیت کا نظریہ اسلام کے خلاف ہے۔ اسلامی نظریہ قومیت کی وجہ سے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیواریں حائل ہو گئیں۔ اس طرح ہندو مسلمانوں کے حریف بن گئے۔ اقبال کا نظریہ اسلامی وطنیت ہی پاکستان کے قیام کا باعث بنا۔ ١٩٠٥ء میں انگریزی حکومت نے انتظامی صورت حال کے پیش نظر صوبہ بنگال کو تقسیم کیا تو ہندوؤں نے مسلمانوں کا استحصال شروع کر دیا۔ ان کو نیشنل کانگریس کی متعصبانہ ہٹ دھرمی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس واقعے کی وجہ سے اقبال متحدہ ہندوستان کے نظریے سے اسلامی قومیت کے نظریے کے علمبر دار ہو گئے۔ انھوں نے اپنے اردو اور فارسی کلام میں جابجا لادینی سیاست پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔ اقبال کے مطابق مذہب اور سیاست میں کوئی تفریق نہیں کیوں کہ اسلام نظام حیات ہے۔ وطن دوستی ایک فطری جذبہ ہے جو اقبال میں بھی تھا جب غلامی کو دور ہو تو وطن کی محبت شدت اختیار کر لیتی ہے۔ اسلام چوں رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہے اس لیے پوری کائنات ہی مسلمانوں کا وطن ہے۔ سارے مسلمان ایک ملت اور ایک قوم ہیں۔

"بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تو رانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی
یہ ہندی وہ خراسانی، یہ افغانی، وہ تورانی
تو اے شرمندہ ساحل اچھل کر بے کراں ہو جا"(١٨)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اقبال دراصل تمام نوع انسانی کو تمدن ہائے انسانی اور اسلامی تمدن کے رنگ میں رنگنا چاہتے تھے۔ اقبال کے دور میں انگریزی سامراج برصغیر سمیت دنیا پر چھایا ہوا تھا اور اس کی سیاسی طاقت پورے عروج پر تھی۔ یہ سب اقبال کی گہری نگاہ دیکھ رہی تھی۔ اقبال یورپ کی تہذیب کا ناپائیدار سمجھتے تھے۔ وہ مغربی نظام اور ملوکیت کے سخت خلاف تھے، یورپ سے واپسی کے بعد اقبال اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کے مسائل کا حل مغربی زنداز کی جمہوریت نہیں بل کہ ایسا نظام ہے جس میں مسلمان اور ہندو اپنے اپنے مذاہب کے مطابق زندگی بسر کریں۔ مسلمانوں کو اکثریت والے حصوں میں مکمل آزادی حاصل ہو۔ کسی قوم کو دوسری قوم پر ناجائز غلبہ کی اجازت نہ ہو۔ اقبال کے فکری اور نظریاتی ارتقا کے بارے میں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم اپنی تصنیف "فکرِ اقبال" میں رقم طراز ہیں:

> "اقبال اس نتیجے پر پہنچے کی جغرافیائی، نسلی، لسانی معاشیاتی وحدت مصنوعی چیز ہے۔ اصلی وحدت فکری اور نظریاتی وحدت ہے۔ اس لحاظ سے تمام دنیا کے مسلمان ایک وحدت ہیں۔ وطن کی محبت ایک فطری اور لازمی چیز ہے، چنانچہ وطنیت کے خلاف جہاد کرنے کے بعد بھی یہ جذبہ ان میں موجود تھا لیکن حب وطن، وطن پرستی سے الگ چیز ہے، اس وطن پرستی سے لوگوں نے وطن کو معبود بنالیا ہے۔۔۔۔۔ اقبال ہندوستان کی زبوں حالی اور غلامی پر آخر کب تک آنسو بہاتا رہا اور اس ملک کے ساتھ غداری کرنے والوں کا عالم عقبیٰ میں کیا حشر ہوا، اس کا نقشہ اقبال نے جاوید نامہ میں کس قدر بھیانک کھینچا ہے۔" (۱۹)

ملتِ اسلامیہ کی جو تحریک شاہ ولی اللہ نے شروع کی تھی اقبال نے اسے پروان چڑھایا۔ یورپ جانے سے قبل اقبال شاہ ولی اللہ اور سید جمال الدین افغانی سے بے حد متاثر ہوئے اور قیام یورپ کے دوران سید امیر علی کی برطانیہ میں قائم کی ہوئی مسلم لیگ برٹش کمیٹی کا بھی اثر قبول کیا جس کی وجہ سے ان کے نظریہ وطنیت میں تبدیلی واقع ہوئی۔ اقبال کے ذہنی ارتقا، نظریۂ وطنیت کی تصحیح اور قیام یورپ کے بارے میں حمید رضا صدیقی رقم طراز ہیں:

> "مغرب کے سفر نے آپ کی آنکھیں کھول دیں۔ آپ نے مغربی تہذیب کی برائیاں اور نقائص خود اپنی چشم بینا سے دیکھے، خاص طور پر قوم پرستی اور وطنیت کا گہرا مطالعہ کیا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر سیاست کو محورِ قطن بنایا جائے تو دنیا ظلم و ستم کی بھٹی بن جائے اور اگر سیاست کا تعلق مذہب سے جوڑلیا جائے تو یہی دنیا امن و آشتی اور انسانی ہمدردی کی

آماجگاہ بن جائے گی۔ جوں جوں آپ اس مسئلہ پر غور کرتے گئے، مسلم قومیت کا تصور آپ کے دماغ پر حاوی ہوتا چلا گیا۔" (۲۰)

ان حالات میں اقبال سیاست کو مذہب کے تابع رکھنے کے قائل ہو گئے، قیام یورپ کے دوران اقبال آل انڈیا مسلم لیگ برٹش کمیٹی کے رکن بن گئے۔ اس طرح انھوں نے اپنے پہلے سیاسی سفر کا آغاز کیا۔ اس کمیٹی سے ہندوستان کے تعلیم یافتہ مسلمان وابستہ تھے۔ یوں اقبال نے وہی نظریہ اختیار کیا جو آل انڈیا مسلم لیگ کا تھا۔ نو آبادیاتی عہد کے اقبال کی شخصیات پر اس قدر اثرات مرتب ہوئے کہ وہ اسلام کے دیے ہوئے نظریۂ قومیت کے قائل ہو گئے۔ یورپ سے واپسی پر اقبال کے ان نظریات میں قدرے شدت آ گئی اور وہ تحریک اتحاد اسلامی کے بلند نوا پیامبر بن گئے۔

"اقبال مغربی تمدن کے بعض پہلوؤں کے تو شدید خلاف ہیں جیسے مادہ پرستی، الحاد، عقل محض، ملوکیت، سامراجی سرمایہ دارانہ نو آبادیاتی نظام، جغرافیائی و وطنی قومیت، مغرب کا جمہوری نظام جس کا چہرہ روشن ہے اور اندروں چنگیز سے تاریک تر، دورخی پالیسی وغیرہ لیکن جدیدیت کے کبھی مخالف نہ ہوئے۔ چنانچہ مغرب کے مثبت پہلوؤں مثلاً مغربی علم و حکمت کی ترقی، انفرادیت پر زور، آزاد کا تصور، انسان دوستی، جدید سائنس ٹیکنالوجی یا سیاسی خیالات (آئینی اور نمایندہ حکومت)، علم کی سچی پیاس، فطرت کی طاقتوں کی تسخیر، بیماری، غربت اور جہالت پر قابو پانا، سیاسی و سماجی زندگی میں عوام کی رائے کی وقعت وغیرہ۔ یہ اس تہذیب کے مثبت پہلو ہیں۔ یہ اس تہذیب کا باطن ہے۔ یہ حقیقی باطن ہے جو بڑی حد تک اسلامی ثقافت کی توسیع ہے اور ترقی یافتہ شکل ہے۔ اقبال نے ہمیشہ اس کی تحسین کی۔" (۲۱)

علامہ اقبال، سید جمال الدین افغانی کی مساعی و نظریات سے گہرے متاثر تھے۔ انھوں نے متعدد بار سید جمال الدین افغانی کا ذکر کیا اور ان کی متنوع اور انقلابی خدمات کو سراہا۔ اقبال نو آبادیاتی دور کے حالات دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کو اتحاد کے بغیر اس جنگ میں فتح نہیں مل سکتی۔ اس طرح اقبال نے اپنی شاعری کے علاوہ مختلف اخباری بیانات اور خطوط جاری کر کے اسلامی روح کی ترجمانی کی۔ نو آبادیاتی دور سے اقبال کی شخصیت اس درجہ متاثر ہوئی کہ انھوں نے اپنے افکار و نظریات ایک خلاصہ کی صورت میں "جاوید نامہ" میں پیش کر دیے۔ انھوں نے

برصغیر کے سیاسی منظر نامے کو نئے تناظر میں دیکھا ان کے اندر جو تبدیلی رونما ہوئی اس کو ان کی نظموں بالخصوص "طلبہ علی گڑھ کالج کے نام"، "عبدالقادر کے نام" اور "صقلیہ" جیسی نظموں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ "صقلیہ" جزیرہ سسلی سے متعلق ایک نظم ہے، اقبال نے اس جزیرہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھن جانے کا غم یوں بیان کیا ہے:

"ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستاں
تیرے ساحل کی خموشی میں ہے، اندازِ بیاں
درد اپنا مجھ سے کہہ، میں بھی سراپا درد ہوں
جس کی تو منزل تھا، میں اُس کارواں کی گرد ہوں
رنگ تصویرِ کہن میں بھر کے دِکھلا دے مجھے
قصہ ایامِ سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے
میں ترا تحفہ سوئے ہندوستاں لے جاؤں گا
خود یہاں روتا ہوں، اوروں کو وہاں رلواؤں گا"(۲۲)

جزیرہ سسلی کے تناظر میں انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے ہاتھوں سے آزادی چھن جانے کا دکھ بھی بیان کیا ہے۔ اقبال کے مطابق جزیرہ سسلی اور ہندوستان کے مسلمانوں کا دکھ ایک جیسا ہے۔ انھوں نے دراصل اس نظم میں برصغیر کی ترجمانی علامتی انداز میں کی ہے۔ برصغیر کی غلامی اور عالم اسلام کی سیاسی پسماندگی نے اقبال جیسے حساس شاعر کو کافی متاثر کیا اور ان حالات میں آنکھیں بند کیے بغیر نہ رہ سکے۔ انھوں نے فارسی اور اُردو کے ذریعے تمام مسلمانوں کو پیغام دیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے ۱۹۱۲ء میں ایک نظم "فاطمہ بنتِ عبداللہ" لکھی اس نظم کا مسلمانوں پر بے حد اثر ہوا:

" فاطمہ! گو شبنم افشاں آنکھ تیرے غم میں ہے
نغمہء عشرت بھی اپنے نالۂ ماتم میں ہے
رقص تیری خاک کا کتنا نشاط انگیز ہے
ذرّہ ذرّہ زِندگی کے سوز سے لبریز ہے"(۲۳)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

برصغیر کے نو آبادیاتی سیاسی حالات پر اقبال نے سخت رد عمل دیا اور اس کے نتیجے میں اتحادِ عالم اسلامی کے نظریات کو تاحیات اپنا نصب العین بنالیا اس کی مثال کے لیے یہ اشعار دیکھیے:

”ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر
جو کرے گا امتیازِ رنگ و خوں ، مٹ جائے گا
ترکِ خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر“(۲۴)

اقبال نے نو آبادیاتی دور میں ملت و قوم کے جداگانہ تشخص کو قائم رکھنے کے لیے سب سے زیادہ اشعار کہے، اس دور میں اقبال نے قومیت کا جو نظریہ قائم کیا اس پر تاحیات کاربند رہے۔ ۱۹۲۶ء میں جب پنجاب قانون ساز کونسل کے ممبر منتخب ہوئے تو ان کی سیاسی فکر اور شاعری میں ایک خاص لَے نظر آنے لگی۔ ۱۹۲۹ء میں انھوں نے علی گڑھ، مدراس اور حیدرآباد میں انگریزی خطبات دیے جو اسلامی روح سے ہم آہنگ تھے۔ اس کے بعد انھوں نے ۱۹۳۰ء میں الٰہ آباد میں اپنا تاریخی خطبہ دیا جو برصغیر کی سیاسی، مذہبی اور جغرافیائی اہمیت رکھتا ہے۔ اس خطبہ میں انھوں نے وطنیت سے متعلق اپنے نظریات کا کھل کر اظہار کیا جس سے مسلمانوں کو ایک واضح پیغام ملا۔ لوتھر اور روسو کے نظریۂ وطنیت کو اقبال نے یکسر رد کر دیا کیوں کہ ان کا نظریہ فقط وطنیت پر مبنی تھا جب کہ اقبال قومیت اور وطنیت کے بجائے مذہب کے نظریے کے علم بردار تھے۔ بلاشک اقبال نو آبادیاتی عہد کے ممتاز ترجمان تھے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد ہادی حسین، شاعری اور تخیل، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۶ء، ص ۱۳

۲۔ یعقوب شمیم، سید، اقبال اور تحریک آزادی ہند، حیدر آباد: فرح پرنٹر، ۱۹۹۷ء ص ۴۱-۴۲

۳۔ علامہ اقبال، ڈاکٹر، کلیات اقبال، لاہور، اقبال اکادمی، ۲۰۱۸ء، ص ۱۰۰

۴۔ محمد رؤف، اُردو غزل مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، فیصل آباد: روہی بکس، ۲۰۱۵ء، ص ۲۰۸

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۵۔ ایضاً، ص ۲۱۲۔۲۱۳

۶۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال، ص ۵۸۵

۷۔ انور سدید، ڈاکٹر، اُردو ادب کی تحریکیں، کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۸۵ء، ص ۴۰۷

۸۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، اقبال اور جدید دنیائے اسلام، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۲۶۱

۹۔ محمد آصف، ڈاکٹر، اقبال اور نیا نو آبادیاتی نظام، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء، ص ۱۰۳

۱۰۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، نو آبادیاتی عہد میں مسلمانانِ جنوبی ایشیا کے سیاسی افکار کی جدید تشکیل، کراچی: اسلامک ریسرچ اکیڈمی، ۲۰۱۴ء، ص ۴۴، ۴۳

۱۱۔ رؤف، محمد، اُردو غزل مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، ص ۲۰۶، ۲۰۵

۱۲۔ عقیل، ڈاکٹر معین الدین، اقبال اور جدید دنیائے اسلام، ص: ۲۶۱

۱۳۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال، ص: ۲۲۱

۱۴۔ رؤف، محمد، اُردو غزل مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، ص: ۲۰۸

۱۵۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ، کلیات اقبال، ص: ۵۸۵

۱۶۔ سدید، ڈاکٹر انور سدید، اُردو اَدب کی تحریکیں، کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۸۵ء، ص: ۴۰۷

۱۷۔ عقیل، ڈاکٹر معین الدین، اقبال اور جدید دنیائے اسلام، ص: ۲۶۱

۱۸۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ اقبال، کلیات اقبال، ص: ۵۸۵

۱۹۔ عبدالحکیم، ڈاکٹر خلیفہ، ذکرِ اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۲۰۱۸ء، ص: ۵۴

۲۰۔ حمید رضا صدیقی، اقبال اور جدوجہد آزادی، ملتان: کاروانِ ادب، ۱۹۸۶ء، ص ۳۲، ۳۱

۲۱۔ آصف، ڈاکٹر محمد، اقبال اور نیا نو آبادیاتی نظام، ص: ۱۰۰

۲۲۔ اقبال، ڈاکٹر علامہ اقبال، کلیات اقبال، ص، ۱۶۰

۲۳۔ ایضاً، ص ۲۴۳

۲۴۔ ایضاً، ص ۲۹۴